شبیر احمد خاں غوری

فارابی کے سیاسی افکار

(۳)

مختصر حالات زندگی

فارابی کی زندگی بڑے سپاٹ قسم کی تھی جس میں شاید ہی کہیں موڑ آیا ہو۔ ایک مثالی یونانی حکیم کی طرح اس نے اپنی پوری عمر عسر ویسر روزگار سے بے نیاز ہوکر گزار دی۔ تاریخ نے اس کی زندگی کی جو تفصیلات محفوظ رکھی ہیں، ان کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

نام و نسب اور خاندان

فارابی کا نام محمد اور کنیت ابونصر تھی۔ باپ کا نام بھی محمد تھا۔ پورا نسب نامہ یہ ہے:

ابونصر محمد بن محمد بن اوزلغ بن طرخان۔

"اوزلغ" اور "طرخان" ناموں سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس کا خاندان ترکی النسل تھا۔ وہ پیدا بھی ترکستان (ماوراء النہر) میں ہوا تھا۔ چنانچہ اکثر مورخین نے اس کی جائے پیدائش فاراب کو ترکستان ہی میں بتایا ہے۔ ابن القفطی فاراب کے بارے میں لکھتا ہے احدی مدن الترک فی ماوراء النہر ابن ابی اصیبعہ کہتا ہے۔ وھی مدینۃ من بلاد الترک شہرزوری کہتا ہے۔ وھو من فاراب ترکستان (مزید تفصیل آگے آرہی ہے) صرف ابن ابی اصیبعہ اسے فارسی الاصل بتاتا ہے اور لکھتا ہے وھو فارسی المنتسب لیکن "اوزلغ" اور "طرخان" ایرانیوں کے نام نہیں ہوا کرتے۔ لہٰذا یا تو ابن ابی اصیبعہ سے تسامح ہوا ہے یا لوگوں میں وہ فارسی الاصل مشہور ہوگیا ہوگا۔ بہرحال وہ ترکی النسل تھا۔ چنانچہ ابن خلکان اس کی صراحت کرتا ہے۔ کان رجلا

---

(۱) اخبار العلماء باخبار الحکماء ص ۱۸۲ (۲) طبقات الاطباء جلد ثانی، ص ۱۳۴ (۳) نزہت الارواح مخطوطہ دار المصنفین اعظم گڑھ، ص ۱۳ (۴) طبقات الاطباء جلد ثانی۔ ص ۱۳۴ (۵) وفیات الاعیان جلد ثانی، ص ۷۶

تو کیا غالباً فارابی کے خاندان میں ریاست و قیادت چلی آرہی تھی۔ جیسا کہ اس کے مورثِ اعلیٰ "طرخان" لقب سے ظاہر ہے جو عہد قدیم میں ایک معزز خطاب تھا۔ فارابی کا باپ بھی سردار لشکر تھا جیسا کہ ابن ابی اصیبعہ نے صراحت کی ہے وکان ابوہ قائد جیش فارابی کو شاید قیادت لشکر کا عملی تجربہ نہ تھا۔ قدرت نے اسے فلاسفۂ اسلام کی قیادت کے لیے نامزد کیا تھا۔ پھر بھی قیادت لشکر اس کا خاندانی پیشہ تھا اور اس کی گھٹی میں پڑا ہوا تھا۔ چنانچہ اس نے اس موضوع پر کم از کم دو کتابیں بھی لکھی تھیں: "رسالۃ فی قود الجیش" اور "کلام فی المعایش والحروب"۔

مولد و مسکن

فارابی کا سن ولادت معلوم نہیں۔ مگر چونکہ تواریخ و تراجم متفق ہیں کہ اس نے ۳۳۹ھ میں وفات پائی جب کہ اس کی عمر اسّی سال کے قریب ہو چکی تھی جیسا کہ ابن خلکان نے لکھا ہے: وقد ناھز ثمانین سنۃ اس لیے وہ ۲۵۹ھ (مطابق ۸۷۳ء) کے قریب پیدا ہوا ہوگا۔(۱)

فارابی ضلع فاراب کے ایک چھوٹے سے قلعہ وسیج میں پیدا ہوا تھا جس کا محل وقوع حسب ذیل ہے:

ایران کی شمالی سرحد پر دریائے جیحوں بہتا ہے۔ عرب دریائے جیحوں کے اس پار کے علاقے کو "ماوراء النہر" کہتے تھے۔ ماوراء النہر ایک وسیع ملک تھا جس میں متعدد صوبے تھے۔ اس کا شمالی سرحدی صوبہ اسفیجاب کہلاتا تھا جو متعدد رساتیق (اضلاع) پر مشتمل تھا۔ ان میں سے ایک ضلع فاراب (باراب) تھا جو نہ صرف اسفیجاب اور ماوراء النہر کی سرحد پر واقع تھا بلکہ اس زمانہ کی دنیائے اسلام کے سرے پر واقع تھا۔ ماوراء النہر کے شمال میں دریائے سیحون بہتا تھا۔ دریائے سیحوں کے مشرقی کنارے پر اس مقام سے کچھ آگے جہاں دریائے جکسنت سیحوں میں گرتا ہے اور اس گھاٹ پر جہاں سے سیحوں اترتے ہیں جو شہر واقع تھا اسے قدیم زمانہ میں باراب (فاراب) کہتے تھے اور بعد میں اترار (یا اطرار) کہنے لگے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں سے تیمور چین پر حملہ کرنے کے لیے روانہ ہونے والا تھا۔ مگر عمر نے وفا نہ کی اور ۸۰۷ھ میں اس نے یہیں وفات پائی۔ فاراب (باراب) علاقہ اور شہر دونوں کا نام تھا، اور

---

(۱) طبقات الاطباء جلد ثانی، ص ۱۳۴ وفیات الاعیان جلد ثانی ص ۱۰۰۔ جو لوگ فارابی کا سال ولادت ۸۷۰ء مطابق ۲۵۶ھ بتاتے ہیں انہیں یہ خیال نہیں رہا کہ مسلمانوں کا سال قمری ہوتا ہے اس لیے ابن خلکان کے نزدیک بھی جس نے اس کی عمر اسّی سال بتائی ہے اس کا سال ولادت ۳۳۹ - ۸۰ = ۲۵۹ھ مطابق ۸۷۳ء ہوا نہ کہ ۲۵۶ھ مطابق ۸۷۰ء۔

شہر فاراب بعض اوقات صوبہ اسپیجاب کا صدر مقام سمجھا جاتا تھا۔ معلوم نہیں بارتھولڈ نے انسائیکلو پیڈیا آف اسلام میں فاراب کی قدامت سے کس بنا پر انکار کیا ہے کہ " فاراب ایک جدید شہر تھا جس کی قدامت کی تردید اس طرح ہوتی ہے کہ دسویں صدی کے مشہور سیاح اور جغرافیہ داں ابن حوقل اور اصطخری نے اس کا کوئی ذکر نہیں کیا " حالانکہ ابن خرداذبہ جس کا زمانہ اصطخری سے مقدم ہے۔ اس کا ذکر کرتا ہے اور ابن حوقل نے تو بڑی تفصیل سے اس کا ذکر کیا ہے :

باراب اسم للناحية ومقدارها في الطول والعرض اقل من يوم وبها منعة وناس فيهم كثرة "	فاراب اس علاقہ کا نام ہے۔ اس کی وسعت، طول اور عرض ایک دن کی مسافت سے کم ہے۔ یہ طاقتور علاقہ ہے اور اس کی آبادی کثیر ہے۔

ابن حوقل کے کچھ دن بعد مقدسی نے اس کو دیکھا تھا۔ چنانچہ وہ اس کے حال میں لکھتا ہے :

باراب هو اسم للرستاق وليس بالواسع اسما كبير مدائنه ايضا باراب وهي كبيرة تخرج نحو سبعين الف رجل عليها حصن فيه الجامع واسواق وفندار ومعظم الاسواق في الربض وبالحصن حوانيت يسيرة	فاراب ضلع کا نام ہے جو زیادہ بڑا نہیں ہے۔ اس کے سب سے بڑے شہر کا نام بھی فاراب ہے۔ وہ بڑا شہر ہے اس کی آبادی ستر ہزار ہے۔ یہ محصن شہر ہے جس کے اندر ایک جامع مسجد اور بازار اور قصر واقع ہیں۔ بڑے بڑے بازار ربض میں واقع ہیں۔ قلعہ کے اندر بھی کچھ دکانیں ہیں۔

اس فاراب کا صدر مقام کدر شہر اسپیجاب سے چار منزل کے فاصلے پر تھا۔ ابن حوقل لکھتا ہے :

ومن اسبيجاب الى اسبانيكث مرحلتان ومن اسبانيكث الى كدر قصبة باراب مرحلتان خفيفتان "	اسبیجاب سے اسبانیکث تک دو منزلیں ہیں اور اسبانیکث سے کدر تک جو فاراب کا صدر مقام ہے دو چھوٹی منزلوں کا فاصلہ ہے۔

البیرونی نے قانون مسعودی میں فاراب کا عرض البلد ۴۳ درجہ، صفر دقیقہ اور طول البلد ۸۸ درجہ ۲۰ دقیقہ بتایا ہے جو موجودہ اعتبار سے تقریباً ۶۶ درجہ ۵۰ دقیقہ ہوتا ہے۔ اوپر ذکر آچکا ہے کہ فاراب کو بعد میں (ابن خلکان اور ابوالفدا کے زمانہ میں) اطرار (اترار) کہنے لگے تھے جیسا کہ ابن خلکان نے لکھا ہے "

---

(۱) صورۃ الارض لابن حوقل، ص ۳۹۰ (۲) احسن التقاسیم للمقدسی، ص ۲۷۲ (۳) صورۃ الارض لابن حوقل (مطبوعہ ۱۹۳۸ء)، ص ۵۲۳ (۴) قانون مسعودی للبیرونی، جلد ثانی، ص ۵۷۸

هذه النسبة الی فاراب تسمی فی هذا الزمان اطرار لیکن فاراب ہو یا اطرار آج سب ناپید ہیں۔ صرف موخر الذکر (اتراد) کے کھنڈروں کا پتہ چلتا ہے کہ آج کل کے شہر ترکستان کے جنوب مشرق میں ۱ فرسخ کے فاصلہ پر واقع ہیں۔ جیسا کہ مرزا محمد بن عبدالوہاب قزوینی نے VIVIEN DE SAINT MARTIN کی جغرافیائی قاموس سے نقل کیا ہے۔

" فاراب کہ شہر معروفے بودہ است در اقصی بلاد ترکستان بر ساحل غربی سیحون و وہماں اتراد مورخین قرونِ وسطیٰ است کہ امیر تیمور آنجا وفات کرد و خرابہ ہای آں ہنوز در نہ فرسخ جنوب مشرقی شہر ترکستان حالیہ باقی است"(۱)

زکریا قزوینی نے لکھا ہے کہ فاراب کا شہر ایک نمک زار میں واقع تھا اس لیے ممکن ہے یہ زرخیز نہ ہو مگر یہ علاقہ مردم خیز ضرور تھا کیونکہ یہاں متعدد علماء و مشاہیر پیدا ہوئے جیسے محدث عبداللہ ابن محمد بن سلمہ بن حبیب بن عبدالوارث ابو محمد المقدسی الفارابی، ابو ابراہیم اسحاق بن ابراہیم الفارابی، ابو نصر اسمٰعیل بن حماد الجوہری الفارابی۔ لیکن آسمان فضل و کمال کے یہ ستارے اپنے وطن میں نہ ٹھہرے بلکہ باہر جا کر چمکے۔ ابو ابراہیم اسحاق بن ابراہیم الفارابی جو " الجوہری" مصنف " صحاح" کا ماموں تھا، یمن پہنچا اور شہر زبید میں متوطن ہو گیا۔ جہاں اس نے ۳۵۰ھ کے قریب وفات پائی۔ وہیں اس نے بقول ابن القفطی " دیوان الادب" کو تصنیف کیا۔ اس کے علاوہ " ادب الکاتب لابن قتیبہ" کی شرح بھی لکھی(۲)۔ رہا الجوہری تو اس کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے۔ وہ لغت کی مشہور کتاب " صحاح" کا مصنف ہے۔ یاقوت نے الجوہری کے فضل و کمال کے متعلق لکھا ہے:

کان من اعاجیب الزمان ذکاء و فطنة	جوہری اپنی ذکاوت و فطانت اور علم و فضل میں عجائبات
وعلماً اصله من فاراب من بلاد الترك	روزگار میں سے تھا۔ وہ اصل میں فاراب کا رہنے والا تھا
وکان اماماً فی اللغة والادب ۔۔۔۔	جو ترکوں کا شہر ہے۔ وہ لغت اور ادب میں امام وقت تھا۔
۔۔۔۔ وکان یوثر السفر علی الحضر	۔۔۔۔ ہمیشہ سفر کو حضر پر ترجیح دیتا تھا اور آفاق گردی
ویطوف الآفاق "(۳)	کرتا رہتا تھا۔

اسی مردم خیز ضلع فاراب میں ایک چھوٹا سا مقام " وسیج" تھا جو دریائے سیحون کے اس پار (مغربی

---

(۱) بیست مقالہ قزوینی جلد اول ص ۱۰۸ (۲) بغیۃ الوعاۃ للسیوطی ص ۱۹۱ (۳) ایضاً ص ۱۹۵

کنارے) شہر فاراب سے دو فرسخ (تقریباً چھ میل) کے فاصلہ پر واقع تھا۔ ابن حوقل لکھتا ہے:

وو سیج علی غربی النھر فی نحر الشط اسفل من کدر بقدر سحین و باراب عن شرق الوادی وبین کدر والنھر نصف فرسخ۔ (۱)

دریائے سیحوں کے مغربی کنارے ویسج واقع ہے جو کدر سے چھ میل پستی میں ہے اور فاراب گھاٹی کے مشرق میں ہے اور کدر اور دریا کے درمیان ڈیڑھ میل کا فاصلہ ہے۔

فاراب کی اسی نواحی بستی "ویسج" میں ۲۵۹ھ کے قریب فارابی پیدا ہوا تھا جیسا کہ ابن حوقل لکھتا ہے:

وو سیج ایضاً من مدن باراب ومنھا ابو نصر الفارابی صاحب کتب المنطق المفسر لکتب القدماء (۲)

ویسج بھی فاراب کے شہروں میں سے ہے۔ یہی فارابی کا وطن تھا جو منطق کی کتابوں کا مصنف ہے اور قدمائے فلاسفہ کی کتابوں کا شارح ہے۔

ابتدائی زندگی اور تعلیم

فارابی کی ابتدائی زندگی کے بارے میں ابن خلکان نے صرف اتنا لکھا ہے:

کان رجلاً ترکیا ولد فی بلدہ و نشاء بھا۔ (۳)

فارابی ترکی النسل تھا۔ اسی شہر میں پیدا ہوا اور وہیں جوان ہوا۔

لیکن چونکہ ایک سردار لشکر کا بیٹا تھا لہذا وقت کے عام دستور کے مطابق دوسرے امیرزادوں کی طرح اس کی تعلیم بھی ہوئی ہوگی جو فنون حرب کی خاندانی تعلیم کے علاوہ عربی ادب اور فقہ کی تعلیم پر مشتمل تھی۔

---

(۱) صورۃ الارض لابن حوقل (طبع ڈی خوسے) ص ۵۲۴ (۲) ایضاً، ص ۳۹۱۔ جو لوگ اصل عربی مصادر و مآخذ کے بجائے صرف انگریزی کتابوں کی خوشہ چینی سے کام نکالنا چاہتے ہیں انہیں WASIJ کو پڑھنے میں بھی تردد ہوتا ہے اور واسج یا دیسج کا فیصلہ نہیں کر سکتے حالانکہ یہ لفظ ویسج ہے چنانچہ یاقوت نے معجم البلدان میں اس کے تلفظ کو بدیں طور ضبط کیا ہے "وسیج بفتح اولہ و کسر ثانیہ ثم یاء و جیم من نواحی ترکستان بما وراء النھر" یہ کہنا "آج کل یہ شہر اترار کہلاتا ہے" ادعائے محض ہے۔ وویان ڈی سینٹ مارٹن کی تصریح اوپر مذکور ہوئی کہ آج اس شہر کے صرف کھنڈر ملتے ہیں۔ شہر تو کب کا ویران ہو چکا۔ غالباً یہ غلط فہمی ابن خلکان کی اس عبارت سے ہوئی ہے کہ "فاراب ... تسمی فی ھذا الزمان طراد" مگر ابن خلکان کو وفیات الاعیان لکھے ہوئے سات سو سال ہو چکے ہیں۔ مگر لوگ انگریزی تراجم یا ان کے منقولات پر آنکھ بند کر کے اعتماد کر لیتے ہیں۔

(۳) وفیات الاعیان لابن خلکان جلد ثانی، ص ۷۶

فاراب سے عربی ادب کے دو مشہور فاضل ابو ابراہیم صاحب دیوان الادب اور الجوہری مصنف صحاح پیدا ہوئے۔ اس سے ہم قیاس کر سکتے ہیں کہ فاراب کا ماحول ادبی تثقیف کے لیے سازگار تھا۔ پھر اس زمانہ میں عربی کے اندر دستگاہ ارباب علم و ہنر کے لیے ضروری تھی۔ ایسی صورت میں فارابی اس حلیہ ادب سے کس طرح عاری و عاطل رہ سکتا تھا۔

ادب کے ساتھ فقہ کی تعلیم بھی اس عہد کے ثقافتی نصاب کا جزء لاینفک تھی اور ان سب پر قرآن کریم کی تعلیم مقدم تھی۔ چنانچہ شیخ بو علی سینا جو فارابی کی طرح ماوراء النہر کا رہنے والا تھا اور جس کا باپ اگرچہ فارابی کے باپ کی طرح سردار لشکر تو نہ تھا مگر سرکاری ملازم ضرور تھا اپنی ابتدائی تعلیم کے بارے میں لکھتا ہے:

احضرت معلم القرآن ومعلم الادب واکملت العشر من العمر وقد اتیت علی القرآن وعلی کثیر من الادب ..... کنت اشتغل بالفقه واتردد فیه الی اسمٰعیل الزاهد(۱)

میں معلم قرآن اور معلم ادب کے پاس حاضر ہوتا تھا اور جب میری دس سال کی عمر ہوئی تو میں قرآن شریف ختم کر چکا تھا۔ اور بہت کچھ علم ادب سیکھ چکا تھا ...... اور میں فقہ بھی پڑھتا تھا اور اس کے لیے فقیہ اسماعیل زاہد کے پاس جایا کرتا تھا۔

غالباً یہ نصاب تعلیم بو علی سینا کے ساتھ مختص نہ تھا۔ بلکہ وقت کا عام دستور یہی تھا۔ اس لیے فارابی نے بھی عربی ادب اور فقہ کی تعلیم حاصل کی ہوگی۔ اسی ابتدائی تعلیم کی بنیاد پر اس نے "احصاء العلوم" میں ان علوم کا تعارف کرایا ہے(۲)۔

فارابی نے سکون پسند طبیعت پائی تھی لہذا آبائی پیشہ سپہگری کی ہنگامہ پسندی کے بجائے عہدۂ قضا کو اختیار کیا۔ اور کچھ دن اس حیثیت سے کام بھی کیا۔ اس دوران میں کسی شخص نے فلسفہ کی کچھ کتابیں اس کے پاس ودیعت رکھیں۔ فارابی نے ان کا مطالعہ کیا اور چونکہ قسام ازل نے اسے فلسفہ ہی کے لیے پیدا کیا تھا۔ ان کتابوں کو پڑھ کر فلسفہ و حکمت کا اس درجہ مشتاق ہوا کہ وطن اور قضا کا منصب جلیل سب کچھ چھوڑ کر علم و حکمت کی تحصیل کے لیے نکل کھڑا ہوا اور بغداد پہنچ کر ان علوم میں وہ کمال حاصل کیا کہ آخر کار "فیلسوف المسلمین بالحقیقہ" کا مصداق قرار پایا۔ ابن ابی اصیبعہ نے لکھا ہے:

ویذکر انه کان فی اول امره قاضیا فلما

کہا جاتا ہے کہ وہ پہلے قاضی تھا لیکن جب اس کو معارف حکمیہ

---

(۱) طبقات الاطباء جلد ثانی ص ۲

(۲) احصاء العلوم، ص ۴۵، ۵۲، ۷۰، ۱۰۷ و ۱۱۱

شعر بالمعارف منذ ذالك واقبل بكليته على تعلمها[1]۔

کی لذت کا احساس ہوا تو اس نے اس منصب کو چھوڑ دیا اور ہمہ تن فلسفہ و حکمت کی تحصیل میں مشغول ہو گیا۔

معارف حکمیہ سے واقفیت کا اسے کس طرح اتفاق ہوا، اس کی تفصیل میں ابن ابی اصیبعہ آگے چل کر لکھتا ہے:

ويذكر ان سبب قراءته الحكمة ان رجلاً اودع عنده جملة من كتب ارسطاطاليس فاتفق ان نظر فيها فوافقت منه قبولاً وتحرك الى قرأتها ولم يزل الى ان اتقن فهمها وصار فيلسوفا بالحقيقة[2]۔

کہا جاتا ہے کہ اس کے فلسفہ و حکمت پڑھنے کا سبب یہ ہوا کہ کسی شخص نے اس کے پاس ارسطو کی کچھ کتابیں ودیعت رکھ دی تھیں اتفاق سے فارابی نے بھی ان کا مطالعہ کیا اور بڑی پسند آئیں۔ اب تو وہ ان کے پڑھنے پر مائل ہی ہو گیا۔ اور انہیں پڑھتا رہا تا آنکہ خوب سمجھ لیا اور حقیقی فلسفی بن گیا۔

غرض فارابی اپنے وطن ہی میں جوان ہوا (ابن خلکان کی شہادت آگے آرہی ہے) تحصیل علم کے بعد منصب قضا پر فائز ہوا اور کچھ دن اس عہدہ کے فرائض انجام دینے کے بعد فلسفہ و حکمت کی تحصیل کے لیے بغداد پہنچا۔

فارابی کی ابتدائی زندگی کے بارے میں کچھ غلط فہمیاں ہیں۔

پہلی غلط فہمی یہ ہے کہ "فارابی بھی صغر سنی ہی میں بغداد پہنچا"

حالانکہ فارابی بڑی عمر میں بغداد پہنچا تھا۔ ابن اصیبعہ کی تصریح اوپر مذکور ہو چکی ہے کہ وہ پہلے قاضی تھا۔ ظاہر ہے بغداد پہنچ کر اس نے فلسفہ کی تحصیل کی لہذا اس کے بعد قاضی ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ وہ اپنے وطن ہی میں قاضی تھا اور وہیں سے اس نے اس منصب جلیل کو چھوڑ کر علم و حکمت کے حصول پر توجہ کی۔ پھر قاضی ہونے کے لیے بلوغ و رشد کی ضرورت ہے۔ بالفاظ دیگر فارابی وطن ہی میں جوان ہو چکا تھا۔ بعد ازاں وہ فلسفہ کی تعلیم کے حصول کے لیے بغداد پہنچا۔ ابن خلکان سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ فارابی وطن ہی میں جوان ہو چکا تھا۔ "ولد فی بلدہ ونشأ بها[3]" اس لیے یہ کہنا غلط ہے کہ "فارابی بھی صغر سنی ہی میں بغداد پہنچا۔"

دوسری غلط فہمی یہ ہوئی ہے "جب فارابی بغداد پہنچا تو اس وقت وہ عربی زبان سے بھی ناواقف تھا۔" یہ قول بوجوہ ذیل ناقابل تسلیم ہے:

۱۔ فاراب جہاں فارابی کی نشو و نما ہوئی تھی علم و ادب کا مرکز تھا۔ فاراب ہی سے عربی زبان کے

---

(۱) طبقات الاطبا، جلد ثانی، ص ۱۳۴ (۲) ایضاً (۳) وفیات الاعیان، جلد ثانی، ص ۷۶

بعض فحول ادبا پیدا ہوئے جیسے ابو اسحاق بن ابراہیم الفارابی صاحب دیوان الادب اور شارح ادب الکاتب۔ اور اسمٰعیل بن حماد الجوہری، لغت کی مشہور کتاب صحاح کا مصنف۔ الجوہری کے علم و فضل کے بارے میں یاقوت کا قول اوپر مذکور ہو چکا ہے۔ اس کی "صحاح" کے بارے میں اسمٰعیل بن عبدوس النیشاپوری کا قول ہے:

هٰذا الکتاب الصحاح سید ما — صنف قبل الصحاح فی الادب

یشمل ابوابه ویجمع ما — فرق فی غیره من الکتب

اس علم و ادب کے گہوارے میں فارابی عربی سے واقف ہوئے بغیر کس طرح رہ سکتا تھا بالخصوص جب کہ اس کی ابتدائی تعلیم ایک سردار لشکر کے بیٹے کی حیثیت سے وقت کے علوم مروجہ میں ہوئی۔

۲- فارابی کی وفات کے تیس سال بعد ماوراء النہر (بخارا) ہی میں شیخ بو علی سینا پیدا ہوا جو فارابی ہی کی طرح اساطین فلاسفہ میں محسوب ہوتا ہے۔ اس کی ابتدائی تعلیم میں بھی عربی ادب اور فقہ کو نمایاں حیثیت حاصل تھی اور دس سال کی عمر سے پہلے ہی اس نے عربی ادب میں مہارت پیدا کر لی۔ "وقد اتیت ...... علی کثیر من الادب"[2] اسی ابتدائی تمہر فی الادب کا نتیجہ تھا کہ اس نے ابو منصور الجبائی کے طعنہ سے متاثر ہو کر تین سال میں عربی زبان کے اندر وہ تبحر و تمہر بہم پہنچایا کہ بقول بیہقی

فبلغ الشیخ باللغة طبقة قلما یتفق مثلها وانشاء ثلاث قصائد وضمنها الفاظاً غریبة وکتب ثلث رسائل علی طریق ابن العمید والصاحب والصابی ..... ثم صنف الشیخ کتاباً فی اللغة وسماه لسان العرب لم یصنف مثله فی اللغة۔

پس شیخ علم اللغت میں اس درجہ کو پہنچا جو محصلین کو بہت کم حاصل ہوتا ہے اور اس نے تین قصیدے لکھے جن میں غریب لغات بھر دیے اور تین رسالے ابن العمید، صاحب بن عباد اور ابو اسحاق الصابی کے انداز پر لکھے .... پھر شیخ نے لغت میں ایک کتاب تصنیف کی جس کا نام لسان العرب رکھا اور اس جیسی کتاب لغت میں نہیں لکھی گئی

اور شیخ کا یہ تمہر فی الادب نتیجہ تھا ابتدائی تعلیم کا۔ یہی حال فارابی کا تھا۔

۳- فارابی متعدد زبانیں جانتا تھا۔ مگر اس کی جملہ تصانیف عربی ہی میں ہیں۔ عربی کے سوا کسی اور زبان میں اس نے کوئی کتاب تصنیف نہیں کی۔ فارابی کی عربیت کے بارے میں اہل فن رطب اللسان

---

(۱) بغیة الوعاة، ص ۱۹۵ (۲) طبقات الاطباء جلد ثانی، ص ۲ (۳) تتمة صوان الحکمة، ص ۵۲

ہیں۔ چنانچہ قاضی صاعد اندلسی نے ان کی کتابوں کے بارے میں لکھا ہے:

کتب صحیحۃ العبارۃ لطیفۃ الاشارۃ

پھر اس کی فصاحت اور سلاست و روانی دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ اس شخص کی عربی نہیں ہو سکتی جس نے بڑی عمر میں اسے سیکھا ہو بلکہ اس شخص کی عربی ہے جسے ابتدا ہی سے اس زبان سے سابقہ رہا ہے اس سلسلے میں محمود عباس عقاد نے بڑی مفصل بحث کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"حقیقت یہ ہے کہ فارابی کو عربی زبان پر وہی قدرت حاصل تھی جو کسی اہل زبان کو ہو سکتی ہے۔ اس کے اسلوب تحریر اور طرز انشا سے کہیں بھی یہ بات نمایاں نہیں ہوتی کہ وہ عربی میں نوآموز تھا۔ وہ اگرچہ ترکی تھا لیکن اس کے وطن پر اسلامی پرچم کو لہراتے ہوئے دو سو سال کی طویل مدت گزر چکی تھی۔ لہٰذا فاراب کے باشندے قدرتی طور پر عربی سے اچھی طرح واقف تھے۔ یہ ایسی زبان نہیں تھی جو ان کے لیے اجنبی اور غیر مانوس ہو۔ ایک بات اور بھی پیش نظر رہنی چاہیے کہ فارابی کی ولادت سے بہت پہلے اتراک عربی شاہنشاہیت کے دامن سے وابستہ ہو چکے تھے۔ وہ عربی سیاست کے اہم ترین عوامل کی حیثیت اختیار کر چکے تھے۔ خلافت اسلامیہ ان پر اعتماد کرتی تھی۔ ان کی صلاحیتوں سے واقف تھی اور ان سے فائدہ اٹھاتی تھی۔ عربی زبان ان پر چھا چکی تھی۔ اس نے اپنی کشش سے انہیں اپنی طرف کھینچ لیا تھا۔ وہ عربیت میں غرق ہو گئے تھے۔ ان کے بہت سے لوگوں نے عربی میں وہی دسترس اور مہارت حاصل کر لی تھی جو کسی اہل زبان کو حاصل ہو سکتی ہے۔ ان میں سے بڑے بڑے فقہا، شعرا، لغوی اور ماہران ادب پیدا ہوئے بلکہ حق تو یہ ہے کہ انہوں نے اپنی علمی زبان عربی ہی کو بنا لیا تھا۔[2]"

اس کے بعد انہوں نے الجوہری اور ابراہیم بن اسحاق صاحب دیوان الادب کی مثالیں دے کر کہا ہے:

"پھر کیا یہی حیثیت فارابی کی بھی نہیں ہو سکتی۔"

آخر میں انہوں نے نتیجہ نکالا ہے

"غرض جس پہلو اور جس حیثیت سے بھی اس معاملہ پر غور کیا جائے اور جس اسلوب سے بھی

---

(۱) طبقات الامم، ص ۸۴

(۲) فارابی مصنفہ محمود عباس عقاد، مترجمہ رئیس احمد جعفری ص ۶۴-۶۵

اس کی تحقیق کی جائے۔ یہ بات اظہر من الشمس رہے گی کہ فارابی اگرچہ اپنی مادری زبان کے علاوہ وقت کی بعض دوسری زبانوں کا بھی ماہر تھا اور انہیں بڑی آسانی سے اپنے اظہار خیال کا ذریعہ بنا سکتا تھا لیکن اس نے ایسا نہیں کیا۔ اس نے علمی زبان کے طور پر عربی زبان ہی کو استعمال کیا۔ اسی زبان کو اظہار خیال اور اظہار مطالب کا ذریعہ قرار دیا اور اسی زبان میں تصنیف و تالیف کا سلسلہ شروع کیا(۱)۔"

غالباً اس غلط فہمی کا منشا ابن خلکان کی حسب ذیل عبارت ہے:

وهو يعرف اللسان التركي وعدة لغات غير العربي فتعلمه واتقنه غاية الاتقان"(۲)	وہ ترکی زبان نیز عربی کے علاوہ متعدد زبانیں جانتا تھا۔ پھر اس نے عربی سیکھی اور اس میں اعلیٰ کمال حاصل کیا۔

اور غالباً ابن خلکان نے ابن ابی اصیبعہ کی (یا جس سے اس نے یہ روایت اخذ کی ہے اس کی) حسب ذیل عبارت سے یہ رائے قائم کی ہے:

وفی التاريخ ان الفارابی كان يجتمع بابی بكر ابن السراج فيقرأ عليه صناعة النحو و ابن السراج يقرأ عليه صناعة المنطق۔	تاریخ میں ہے کہ فارابی ابوبکر ابن السراج کے ساتھ ایک جگہ بیٹھتا تھا اور اس سے علم نحو کی تحصیل کیا کرتا تھا اور ابوبکر ابن السراج اس سے علم منطق پڑھا کرتا تھا۔

اس کی تفصیل اوپر گزر چکی ہے کہ چونکہ اس زمانہ میں منطق اور نحو کی افضلیت کا مسئلہ بڑا اہم تھا اس لیے اہل منطق نحو کے دقائق سے اور نحاۃ منطق کے غوامض سے واقف ہونا ضروری سمجھتے تھے۔ لیکن کسی زبان کی گرامر کے دقائق و لطائف کو سمجھنا اور بات ہے اور خود اس زبان سے واقف ہونا امر دیگر۔ فارابی عربی زبان سے تو ابتدا ہی سے واقف تھا مگر نحو عربی کے دقائق و غوامض اس نے بغداد جا کر سیکھے۔ اس کی مزید توضیح محمود عباس عقاد نے کی ہے:

"جو بات مانی جا سکتی ہے وہ یہ ہے کہ فارابی جب بغداد میں وارد ہوا تو اس کی یہ خواہش ہوئی کہ وہ عربی زبان و لغت پر حاوی ہو جائے۔ اور اس کے اسالیب پر پوری قدرت حاصل کرے اور اس کے طرز بیان کے ہر پہلو کو اپنی گرفت میں لے لے۔ تو یہ کوئی ایسی بات نہیں جو باعث ننگ ہو یا جس سے فارابی کی علمیت اور قابلیت پر کوئی

---

(۱) ایضاً ص ۶۶ (۲) وفیات الاعیان، جلد ثانی، ص ۶۷ (۳) طبقات الاطباء، جلد ثانی، ص ۱۳۶

واقع آتا ہو۔ خود عرب جن کی مادری زبان عربی ہے تحصیل لغت میں عمریں صرف کر دیتے ہیں۔ کسی زبان کا جاننا یا نہ جاننا دوسری بات ہے اور کسی زبان پر ماہرانہ عبور کی سعی و کوشش دوسری بات ہے۔ فارابی کے بارے میں زیادہ سے زیادہ جو کچھ کہا جاسکتا ہے وہ بھی دوسری شق ہے۔ اب ذرا غور کیجئے بات کہاں سے کہاں پہنچ گئی؟ کہاں یہ بات کہ فارابی سرے سے عربی زبان جانتا ہی نہیں تھا کہاں یہ کہ وہ عربی زبان پر ماہرانہ اور استادانہ عبور حاصل کرنا چاہتا تھا۔ ان دونوں باتوں میں کتنا بڑا فرق ہے۔ اور اس فرق نے اصل بات کو کچھ کا کچھ کر دیا"[1]

فارابی بغداد میں

فارابی تیسری صدی کے خاتمہ کے قریب بغداد پہنچا۔ اور پھر وہیں رہ پڑا۔ یہاں اس نے یوحنا بن حیلان سے منطق و فلسفہ کی تکمیل کی۔ ابن القفطی لکھتا ہے:

دخل العراق واستوطن بغداد وقرأ بها العلم الحكمي على يوحنا بن حيلاد المتوفى بمدينة السلام في أيام المقتدر واستفاد منه وبرز في ذلك على أقرانه[2]۔

فارابی عراق میں داخل ہوا اور بغداد میں متوطن ہوگیا۔ وہیں اس نے یوحنا بن حیلان سے علم حکمت کی تحصیل کی۔ یوحنا بن حیلان نے مقتدر باللہ (۲۹۵-۳۲۰ھ) کے عہد خلافت میں بغداد کے اندر وفات پائی۔ فارابی نے یوحنا بن حیلان سے استفادہ کیا اور اپنے معاصرین سے گوئے سبقت لے گیا۔

اوپر ذکر آچکا ہے کہ اسکندریہ کا مدرسہ حضرت عمر بن عبدالعزیز (۹۹-۱۰۱ھ) کے عہد خلافت میں اسکندریہ سے انطاکیہ میں منتقل ہوا۔ وہاں تقریباً ۱۴۰ سال رہا۔ یہاں تک کہ آخر میں صرف ایک ہی معلم رہ گیا۔ اس کے دو شاگرد تھے ایک حرانی دوسرا مروزی۔ مسعودی التنبیہ والاشراف میں لکھتا ہے کہ متوکل باللہ (۲۳۲-۲۴۷ھ) کے زمانہ میں مدرسہ فلسفہ انطاکیہ سے حران میں منتقل ہوا۔ ابن ابی اصیبعہ بھی خود فارابی سے نقل کرتا ہے کہ انطاکیہ کے آخری معلم کے دونوں شاگردوں نے مدرسۂ فلسفہ کی لائبریری سمیت انطاکیہ کو خیرباد کہا۔ بہرحال مروزی استاد سے دو شاگردوں نے تعلیم حاصل کی۔ ابراہیم مروزی اور یوحنا بن حیلان۔ اور حرانی استاد سے اسرائیل الاسقف اور قویری نے تعلیم حاصل کی۔ ابراہیم مروزی، اسرائیل الاسقف

---

(۱) فارابی۔ مترجمہ رئیس احمد جعفری۔ ص ۶۔۵۔
(۲) اخبار العلماء باخبار الحکماء۔ ص ۱۰۲

اور قویری تینوں بغداد پہنچے۔ اسرائیل الاسقف نے مذہبی پیشوائی اختیار کی۔ ان کے کچھ دن بعد یوحنا بن حیلان بھی جس نے حران میں مذہبی پیشوائی اختیار کر لی تھی بغداد پہنچا۔ (کیونکہ مسعودی و قاضی صاعد اور ابن الاثیر و ابن القفطی کے قول کے مطابق اس نے مقتدر باللہ (۲۹۵ - ۳۲۰) کے زمانۂ خلافت میں بغداد کے اندر وفات پائی)۔ ابراہیم مروزی کے شاگرد ابن کرنیب اور ابوبشر متی بن یونس تھے اور یوحنا بن حیلان کا شاگرد فارابی تھا۔

یہ بات کہ فارابی یوحنا بن حیلان کا شاگرد ہے متفق علیہ ہے۔ مسعودی لکھتا ہے کہ بغداد کے مدرسہ فلسفہ کی قیادت پہلے قویری، یوحنا بن حیلان اور ابراہیم مروزی کو حاصل رہی۔ ان کے بعد ابراہیم مروزی کے شاگردوں ابو محمد ابن کرنیب اور ابوبشر متی بن یونس کو اور بعد ازاں ابونصر محمد بن محمد الفارابی کو جو یوحنا بن حیلان کا شاگرد تھا: ثم الی ابی نصر محمد بن محمد الفارابی تلمیذ یوحنا بن حیلان
اسی طرح قاضی صاعد اندلسی طبقات الامم میں لکھتا ہے:

ومنهم ابو نصر محمد بن محمد بن نصر الفارابي فيلسوف المسلمين بالحقيقة اخذ صناعة المنطق عن يوحنا بن جيلاد المتوفى بمدينة السلام في ايام المقتدر۔	فلاسفہ مسلمین میں سے ابونصر محمد بن محمد بن نصر الفارابی بھی ہے جو صحیح معنوں میں فیلسوف المسلمین کہلانے کا مستحق ہے اس نے علم منطق یوحنا بن حیلان سے حاصل کیا جس نے بغداد کے اندر مقتدر باللہ کے زمانہ میں وفات پائی۔

اسی طرح ابن الاثیر ۳۳۹ھ کے متفرق واقعات کے ضمن میں لکھتا ہے:

وفيها توفي ابو نصر محمد بن محمد الفارابي الحكيم الفيلسوف صاحب التصانيف فيها وكان موته بدمشق وكان تلميذ يوحنا بن حيلان وكانت وفاة يوحنا ايام المقتدر بالله۔۔	۳۳۹ھ میں ابونصر محمد بن محمد الفارابی نے وفات پائی جو حکیم فلسفی اور کثیر التصانیف مصنف تھا۔ اس کی وفات دمشق میں ہوئی۔ وہ یوحنا بن حیلان کا شاگرد تھا اور یوحنا نے مقتدر باللہ کے عہد خلافت میں وفات پائی۔

اسی طرح ابن القفطی لکھتا ہے:

دخل العراق واستوطن بغداد وقرأ بها العلم الحكمي على يوحنا بن جيلاد المتوفى	عراق میں داخل ہوا اور بغداد میں متوطن ہوگیا۔ وہیں اس نے علم حکمت کی تحصیل یوحنا بن حیلان سے کی جس نے مقتدر باللہ

---

(۱) کتاب التنبیہ والاشراف للمسعودی، ص ۱۲۳ (۲) طبقات الامم، ص ۸۴-۸۴ (۳) کامل ابن الاثیر جلد ثانی۔ ص ۱۶۳

بمدینة السلام فی ایام المقتدر۔

کے زمانہ میں بغداد کے اندر وفات پائی۔

اسی طرح ابن ابی اصیبعہ اپنے چچا رشید الدین ابوالحسن علی بن خلیفہ سے نقل کرتا ہے:

ان الفارابی توفی عند سیف الدولة بن حمدان فی رجب سنة تسع وثلاثین وثلثمائة وکان اخذ الصناعة عن یوحنا بن حیلان ببغداد فی ایام المقتدر۔

فارابی نے سیف الدولہ بن حمدان کے پاس رجب ۳۳۹ھ میں وفات پائی۔ اس نے علم منطق بغداد کے اندر مقتدر باللہ کے زمانہ میں یوحنا بن حیلان سے حاصل کیا۔

ابن ابی اصیبعہ خود فارابی سے نقل کرتا ہے کہ اس نے منطق از اول تا آخر کتاب البرہان APPODECTICAE یوحنا بن حیلان سے پڑھی۔

وقال ابونصر الفارابی عن نفسه انه تعلم من یوحنا بن حیلان الی آخر کتاب البرهان۔

اور ابونصر نے اپنے متعلق لکھا ہے کہ اس نے یوحنا بن حیلان سے "کتاب البرہان" کے آخر تک پڑھا۔

ان مورخین قدیم میں سے کوئی بھی یہ نہیں کہتا کہ فارابی نے یوحنا بن حیلان کے علاوہ کسی اور شخص سے بھی منطق پڑھی تھی یا متی بن یونس سے منطق کی تعلیم حاصل کی تھی۔ اس کے برعکس مورخین نے جس انداز میں دونوں کا مقابلہ کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ فارابی متی کا شاگرد نہیں تھا بلکہ حریف تھا۔ ابن القفطی لکھتا ہے:

وکان ابو النصر الفارابی معاصراً لابی بشر متی بن یونس الا انه کان دونه فی السن وفوقه فی العلم وعلی کتب متی بن یونس فی علم المنطق تعویل العلماء ببغداد وغیرها من امصار المسلمین بالمشرق۔

ابونصر فارابی ابوبشر متی بن یونس کا ہمعصر تھا۔ مگر وہ فارابی اس سے (متی بن یونس سے) عمر میں کم تھا۔ لیکن علم وفضل میں زیادہ تھا۔ بغداد میں اور مشرق میں دوسرے اسلامی شہروں کے علم منطق کے سلسلے میں علماء کا اعتماد متی بن یونس کی کتابوں پر رہتا تھا۔

اسی طرح ابن ابی اصیبعہ اپنے چچا سے نقل کرتا ہے:

وکان فی زمانه ابوبشر متی بن یونان وکان اسن من ابی نصر وابونصر احد ذهنا واعذب کلاما۔

فارابی ہی کے زمانہ میں ابوبشر متی بن یونان تھا جو فارابی سے عمر میں بڑا تھا اور ابونصر فارابی متی بن یونس کے مقابلہ میں ذہن کا زیادہ تیز اور گفتگو میں زیادہ شیریں تھا

اخبار العلماء باخبار الحکماء، ص ۱۸۲ — طبقات الاطباء، جلد ثانی، ص ۱۳۵ — ایضاً، ص ۱۳۵

اخبار العلماء باخبار الحکماء، ص ۱۸۳ — طبقات الاطباء، جلد ثانی، ص ۱۳۵

لہٰذا یہ بات یقیناً غلط ہے کہ

"اس کے بعد (فارابی نے) عیسائی طبیب ابوبشر متی بن یونس سے منطق پڑھی ......
اسی کی توجہ کا نتیجہ تھا کہ فارابی کو منطق سے بے حد لگاؤ پیدا ہوگیا۔"

اسی طرح یہ بات بھی غلط ہے کہ

"منطق کی اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے فارابی حران گیا جہاں ایک اور عیسائی فلسفی یوحنا بن حیلان کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ حران سے بغداد واپس آکر اس نے ارسطو کے فلسفہ کی طرف توجہ کی۔"

ابن القفطی کی روایت اوپر مذکور ہوئی کہ فارابی نے عراق پہنچنے پر بغداد کو اپنا وطن بنالیا اور یہیں اس نے یوحنا بن حیلان سے علوم حکمیہ کی تحصیل کی۔ اسی طرح ابن ابی اصیبعہ کے چچا نے تصریح کی ہے کہ فارابی نے بغداد ہی کے اندر یوحنا بن حیلان سے تعلیم حاصل کی۔ غالباً اس غلط فہمی کا منشا ابن خلکان کی حسب ذیل عبارت ہے:

ولما دخل بغداد كان بها أبو بشر متى بن يونس الحكيم وهو شيخ كبير وكان يقرأ الناس عليه فن المنطق وله إذ ذاك صيت عظيم ..... وكان يستعمل في تصانيفه البسط والتذييل حتى قال بعض علماء هذا الفن ما أرى أبا نصر الفارابي أخذ طريق تفهيم المعاني الجزلة بالألفاظ السهلة إلا من أبي بشر يعني المذكور وكان أبو نصر يحضر حلقته في غمار تلامذته فأقام أبو نصر كذلك برهة ثم ارتحل إلى مدينة حران وفيها يوحنا بن حيلان الحكيم النصراني فأخذ عنه طرفاً من المنطق أيضاً ثم إنه قفل راجعاً إلى بغداد وقرأ بها علوم الفلسفة وتناول جميع كتب أرسطاطاليس۔(۱)

جب فارابی بغداد میں داخل ہوا تو اس زمانہ میں وہاں ابوبشر متی بن یونس الحکیم بھی تھا۔ وہ بہت بڑا استاد تھا جس سے لوگ منطق پڑھا کرتے تھے۔ اس زمانہ میں اس کی بڑی شہرت تھی ...... وہ اپنی تصانیف میں شرح و بسط سے کام لیتا تھا۔ یہاں تک کہ اس فن کے بعض علما کا قول ہے۔ میرا خیال ہے کہ فارابی نے جزیل معانی کو سہل الفاظ میں سمجھانے کا طریقہ صرف ابوبشر مذکور ہی سے سیکھا تھا اور ابونصر فارابی اس کے حلقہ میں اس کے شاگردوں کی بھیڑ میں حاضر ہوتا تھا۔ کچھ دن تک فارابی اسی طرح بغداد میں رہا۔ پھر اس نے شہر حران کا سفر کیا۔ وہاں عیسائی فلسفی یوحنا بن حیلان رہتا تھا۔ فارابی نے اس سے منطق کی کچھ تعلیم حاصل کی۔ پھر وہ لوٹ کر بغداد آیا اور وہاں علوم فلسفہ کی تکمیل کی اور ارسطو کی تمام کتابیں پڑھ ڈالیں

---

(۱) وفیات الاعیان، جلد ثانی، ص ۷۶

لیکن مشاہیر مورخین (مسعودی، قاضی صاعد، ابن الاثیر، ابن القفطی اور رشید الدین خلیفہ عم ابن ابی اصیبعہ) کے مقابلے ہیں جو نہ صرف باعتبار زمانہ ہی کے مقدم ہیں بلکہ جنہوں نے حکماء و فلاسفہ کے خصوصی تذکرے مرتب کیے ہیں، ابن خلکان کی رائے مرجوح ہے۔ قرائن بھی اسی کے مقتضی ہیں کہ فارابی متی بن یونس کا حریف غالب تھا۔ چنانچہ ۳۲۰ھ میں ابن الفرات کے مکان پر ابو سعید السیرافی اور متی بن یونس کے مابین نحو اور منطق کی افضلیت کے بارے میں جو مناظرہ ہوا تھا اس میں جو لوگ متی کے ساتھ گئے تھے ان میں فارابی کا نام نہیں ہے۔ اگر فارابی متی کا شاگرد ہوتا تو ایسے جلیل القدر اور مایہ ناز شاگرد کو ہمراہ نہ لے جانا کیا معنی۔ وہ اس کا حریف تھا اور اسی لیے اسے نظر انداز کر دیا گیا۔ یہ بھی واقعہ ہے کہ فارابی کو متی کی زندگی میں کوئی شہرت نصیب نہیں ہو سکی۔ مسعودی کی تصریح اوپر مذکور ہو چکی ہے کہ متی کی وفات کے بعد مدرسہ فلسفہ کی ریاست فارابی کو حاصل ہوئی۔ پھر اس نے اگر ابو بشر متی سے پڑھا ہوتا تو ممکن نہ تھا کہ وہ اس کے ذکر کو ترک کر دیتا۔ آخر اس نے یوحنا بن حیلان کے تلمذ کا بھی تو کمال فراخدلی سے اعتراف کیا ہے۔ علم حاصل کرنا اور جس سے علم حاصل کیا جائے اس کا ذکر نہ کرنا کچھ مستحسن نہیں ہے۔ یہ ممکن ہے کہ حریفانہ رقابت تو دونوں میں تھی ہی۔ فارابی چھپ کر متی بن یونس کا انداز تعلیم دیکھنے کے لیے کبھی کبھی اس کے درس میں چلا جاتا ہو جیسا کہ ابن خلکان کے الفاظ "وکان ابو نصر یحضر حلقتہ فی غمار تلامذتہ" سے مترشح ہوتا ہے۔ فارابی متی بن یونس کا خوشہ چین نہیں تھا بلکہ کم سن حریف مگر حریف غالب تھا۔ رشید الدین خلیفہ اور ابن القفطی کی تصریحات کے بعد کہ "وابو نصر احد ذهنا واعذب کلاما" "وتوفیتہ ذہنہ" یہ بات بالکل غلط ہو جاتی ہے کہ فارابی نے معانی جزیل کا سہل الفاظ میں سمجھانا متی بن یونس سے سیکھا یا "متی بن یونس کی توجہ کا نتیجہ تھا کہ فارابی کو منطق سے بے حد لگاؤ پیدا ہو گیا۔"

بہر حال فارابی نے منطق کی تعلیم یوحنا بن حیلان سے حاصل کی۔ اس سلسلے میں منطق کی تعلیم پر فارابی کا بڑا احسان یہ ہے کہ قدیم زمانہ سے اس پر جو پابندیاں لگی ہوئی تھیں فارابی نے ان کے خلاف بغاوت کی جس کے نتیجہ میں آخر کار یہ پابندیاں ختم ہو گئیں اس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

اوپر ذکر آچکا ہے کہ قسطنطین کے عیسائی مذہب اختیار کرنے پر عیسائیوں نے اپنے پرانے دشمن بت پرستوں اور فلاسفہ سے انتقام لینا شروع کیا۔ یہاں تک کہ منطق و فلسفہ کی تعلیم پر بھی پابندیاں عائد کر دیں۔ کیونکہ ان کے خیال میں ان کی آزادانہ تعلیم سے مسیحیت کو خطرہ تھا۔ ابن ابی اصیبعہ نے فارابی سے نقل کیا ہے:

جاءت النصرانیه فبطل التعلیم من رومیه وبقی بالاسکندریة الی ان نظر ملك النصرانیه فی ذالك واجتمعت الاساقفه وتشاوروا فیما یترك من هذا التعلیم وما یبطل فرأوا ان یعلم من کتب المنطق الی آخر الاشکال الوجودیة ولا یعلم ما بعدہ لانهم رأوا ان فی ذالك ضرراً علی النصرانیة وان فیما اطلقوا تعلیمه ما یستعان به علی نصرة دینهم ـ فبقی الظاهر من التعلیم هذا المقدار وما ینظر فیه من الباقی مستوراً الی ان کان الاسلام بعدہ بمدة طویلة ...... وکان الذی یتعلم فی ذالك الوقت الی آخر الاشکال الوجودیة[1]

مسیحیت کا زمانہ آیا اور شہر روم میں فلسفہ کی تعلیم ختم کر دی گئی صرف اسکندریہ میں باقی رہی یہاں تک کہ عیسائیوں کے بادشاہ نے اس مسئلہ پر غور کیا اور پادری لوگوں نے جمع ہو کر باہم مشورہ کیا کہ اس میں سے کتنی تعلیم باقی رہنے دی جائے اور کتنی ختم کر دی جائے تو ان کی یہ رائے ہوئی کہ منطق کی آٹھ کتابوں میں سے "اشکال وجودیہ" کے آخر تک پڑھایا جائے اور اس کے بعد کی پانچ کتابیں نہ پڑھائی جائیں کیونکہ ان کی رائے میں اس سے عیسائی مذہب کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ تھا اور جس حصہ کے پڑھنے پڑھانے کی اجازت دی تھی اس سے لوگ اپنے مذہب کی تائید میں مدد لے سکتے تھے۔ پس تعلیم کی اتنی ہی مقدار کا رواج رہا اور باقی حصہ مستور رہا یہاں تک کہ عرصہ دراز کے بعد اسلام مبعوث ہوا .... اور اس زمانہ میں جو پڑھایا جاتا تھا وہ اشکال وجودیہ کے آخر تک تھا۔

فارابی کی اس روایت کی تائید ریناں اور اسٹینشنیڈر (STEINSCHNEIDER) کے اس قول سے بھی ہوتی ہے کہ منطق کے سریانی تراجم ہمیشہ اناطولیقا کی ساتویں فصل پر ختم ہو جاتے تھے۔ نیز پانچویں صدی کے وسط کے بعد جب کہ نسطوری تراجم کی تحریک کا آغاز ہوا (یعنی پر و بوس انطاکی کے زمانہ سے) نہ تو اناطولیقا کے سوا اور کچھ ترجمہ ہوا اور نہ کسی کتاب کی تفسیر لکھی گئی۔ یہی انداز یعقوبی مترجمین کا بھی تھا۔ وہ بھی اتنے حصے کے علاوہ نہ کسی اور کتاب کی شرح کرتے تھے نہ ترجمہ۔ بدقسمتی سے تاریخ اسلام کی پہلی تین صدیوں میں مسلمان مناطقہ نے بھی اسی پابندی کا اتباع کیا۔ چنانچہ ابن المقفع کے زمانہ سے ابوبکر زکریا الرازی اور ابوبشر متی بن یونس تک منطق کی آٹھ کتابوں میں سے صرف پہلی تین کتابوں ہی کے ساتھ اعتنا کیا گیا۔

جب فارابی نے یوحنا بن حیلان سے منطق پڑھنا شروع کی تو پہلے تو یوحنا بن حیلان نے اس رسم قدیم کی پابندی پر اصرار کیا۔ مگر آخر کار فارابی کے پیہم تقاضوں سے مجبور ہو کر اسے "کتاب البرہان"

---

(۱) طبقات الاطباء، جلد ثانی، ص ۱۳۵ (۲) التراث الیونانی فی الحضارة الاسلامیه، ص ۴۴

بھی پڑھائی۔ اس کے بعد یہ قدیم پابندی ختم ہو گئی۔اور لوگ حسب مقدور منطق کی کتب ثانیہ پڑھنے پڑھانے لگے۔چنانچہ ابن ابی اصیبعہ فارابی سے نقل کرتا ہے:

قال ابو نصر عن نفسہ انہ تعلم من یوحنا بن حیلان الی آخر کتاب البرھان وکان یسمی ما بعد الاشکال الوجودیۃ "الجزء الذی لا یقرأ" الی ان قرء ذالک وصار الرسم بعد ذالک حیث صار الامر الی معلمی المسلمین ان یقرء من الاشکال الوجودیۃ الی حیث قدر الانسان ان یقرء۔ فقال ابو نصر انہ قرأ الی آخر کتاب البرھان۔	ابو نصر فارابی نے اپنے متعلق نقل کیا کہ میں نے یوحنا بن حیلان سے کتاب البرہان کے اختتام تک پڑھا تھا اور اشکال وجودیہ کے بعد کا حصہ "ممنوع التعلیم جزء" کے نام سے موسوم تھا تاآنکہ اسے بھی (فارابی کے بعد) لوگوں نے پڑھنا پڑھانا شروع کیا۔ اس کے بعد جب مسلمان استادوں میں منطق پڑھانے کا کام آیا تو رسم ہو گئی کہ اشکال وجودیہ کے بعد طالب علم جس قدر پڑھ سکے پڑھا کرے۔ ابو نصر فارابی نے اپنے متعلق لکھا ہے کہ میں نے کتاب البرہان کے آخر تک پڑھا تھا۔

غرض فارابی نے قیام بغداد کے زمانہ کو علم وحکمت کے حصول کے لیے وقف کر دیا تاآنکہ سرآمد فضلائے روزگار ہو گیا۔ پھر بھی یوحنا بن حیلان کی وفات پر مدرسہ فلسفہ کی ریاست میں اسے کوئی حصہ نہیں ملا۔جس کی وجہ بظاہر مسیحی تعصب کے سوا اور کچھ نہیں معلوم ہوتی۔ لیکن ۳۲۸ھ میں ابو بشر متی بن یونان کی وفات پر حسب تصریح مسعودی (دیکھیے اوپر) مدرسہ فلسفہ کی قیادت فارابی کو حاصل ہوئی۔ یحییٰ بن عدی نے جو پہلے متی بن یونس سے پڑھتا تھا فارابی کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا۔

لیکن فرائض تدریس سے فراغت کی بنا پر فارابی کو تصنیف وتالیف کے لیے کافی وقت مل گیا اور اس نے اپنی اکثر کتابیں بغداد ہی میں تصنیف کیں۔ ابن خلکان نے لکھا ہے:

ولم یزل ابو نصر ببغداد مکبا علی الاشتغال بھذا العلم والتحصیل لہ الی ان برز فیہ وفاق اھل زمانہ والف بھا معظم کتبہ ثم سافر الی دمشق	ابو نصر فارابی بغداد ہی میں فلسفہ وحکمت کے اندر مشغول رہا یہاں تک کہ اس میں کمال اعلیٰ حاصل کیا اور اپنے معاصرین سے بڑھ گیا۔ اور بغداد ہی میں اپنی اکثر کتابیں تصنیف کیں پھر دمشق کا سفر کیا۔

اوپر ذکر آچکا ہے کہ اس زمانہ میں (۳۲۸ھ کے قریب) بغداد کی حالت خراب ہونا شروع ہوئی۔ قحط اور گرانی نیز وبائی اموات نے شہر کو ویران کرنا شروع کیا یہاں تک کہ بریدی کے فتنے کے بعد عوام کے لیے دائرہ حیات تنگ ہو گیا اور اس سے زیادہ یہ کہ بے گور وکفن مردوں کی لاشوں سے بغداد کی ہوا متعفن ہو گئی۔ اب فارابی نے یہاں زیادہ قیام کرنا مناسب نہ سمجھا اور دمشق چلا گیا جہاں نسبتاً زیادہ امن وامان تھا۔ (باقی آئندہ)